شمار تذکرے فارسی زبان میں موجود ہیں۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں تذکرے زیادہ لکھے گئے ہیں۔

تذکروں کی ترتیب میں ادیبوں نے تنوع سے کام لیا ہے۔ بعض تذکرے حروف تہجی کے اعتبار سے ہیں، بعض تاریخی ادوار کی ترتیب پر لکھے گئے ہیں اور بعض تذکرے اساتذہ کے اعتبار سے جمع کیے گئے ہیں۔

تذکروں کے ذریعہ ہم کو شاعروں اور ادیبوں کے بکھرے ہوئے احوال جمع کرنے میں مدد ملتی ہے۔

◆ ◆ ◆

ABDEL SOLUTIONS
ABSOL
PATNA

سراج الدین علی خاں آرزو

(۱۰۹۹-۱۱۶۹ھ)

سراج الدین علی خاں آرزو کی ولادت ۱۰۹۹ھ میں گوالیار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی۔ ان کے والد شیخ حسام الدین حسامی طبعاً شاعر تھے اور پیشہ کے اعتبار سے سپاہی اور عالمگیری منصب دار تھے۔ اس طرح آرزو کو شاعری وراثت میں ملی تھی۔ چنانچہ چودہ سال کی عمر سے ہی شعر کہنا شروع کر دیا۔ اسی درمیان عالمگیری لشکر کے ہمراہ دکن کا سفر کیا۔ پھر اکبرآباد واپس آ کر مولانا عماد الدین مشہور بہ درویش محمد کی خدمت میں رہ کر علوم متداولہ کو حاصل کیا۔ ۱۱۳۰ھ میں آرزو دہلی آگئے اور یہاں شعر گوئی کا جوہر دکھاتے رہے۔ زندگی عافیت کے ساتھ گزر رہی تھی، لیکن جب محمد فرخ سیر کا قتل ہو گیا تو پھر اکبرآباد آگئے اور ایک سال تک گوالیار میں قیام کیا اور دوبارہ دہلی منتقل ہو گئے۔ تیس سال دہلی میں زندگی بسر کی۔ تیرہ سال تک نواب اسحٰق خاں نجم الدولہ کی خدمت میں رہے۔ آخری عمر میں لکھنؤ آگئے اور یہیں ۲۳ ربیع الآخر ۱۱۶۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ نعش کو ان کی وصیت کے مطابق شاہ جہاں آباد (دہلی) میں دفن کیا گیا۔

آرزو کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱- کلیات اشعار
۲- فرہنگ سراج اللغۃ
۳- چراغ ہدایت
۴- نوادر الالفاظ
۵- شرح گلستاں
۶- شرح سکندر نامہ
۷- شرح قصائد عرفی
۸- نسخہ داد سخن
۹- نسخہ سراج منیر
۱۰- نسخہ سراج وہاج
۱۱- رسالہ موہبت
۱۲- مفتاح و تلخیص
۱۳- رسالہ عطیہ کبریٰ
۱۴- رسالہ تنبیہ الغافلین
۱۵- تذکرۃ الشعرا یعنی مجمع النفائس

❖ ❖ ❖

مجمع النفائس

مجمع النفائس کا اصلی نام تذکرۃ الشعرا ہے۔ یہ ایک عمومی تذکرہ ہے، جس میں ابو یزید بسطامی سے لے کر محمد اشرف یکتا کشمیری تک ۱۷۳۵ شعرا کے احوال اور تقریباً چالیس ہزار بیت موجود ہیں۔

آرزو نے اس تذکرہ میں اپنے تنقیدی شعور کا سلیقہ کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ساتھ ہی ایک قادر الکلام شاعر ہونے کی حیثیت سے اپنے اشعار کو بھی کثرت سے پیش کیا ہے۔ اپنے معاصرین کا احوال تفصیل سے لکھا ہے۔ کتاب کی عبارت سادہ اور سلیس ہے۔ کتاب میں شعرا کی فہرست موجود ہے۔ آرزو نے اس تذکرہ کو ۱۱۶۴ھ میں تالیف کیا اور اس کتاب کی تکمیل میں دوسرے تذکروں سے بھی مدد لی ہے۔ تاریخی اور تنقیدی دونوں اعتبار سے یہ تذکرہ اہم ہے۔

◆ ◆ ◆

آزاد، سید غلام علی

از فرزندانِ سید عبد الجلیل بلگرامی کہ عبد الجلیل تخلّص می کرد و احوالش می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔ مردی فاضل و عالم، بزیارت بیت اللہ فایز گردیدہ۔ از چند گاہ در اورنگ آباد فروکش کردہ۔ صوبہ دارانِ دکن خیلی در تعظیم و توقیر اوی کوشند و سعادت دارین حاصل می نمایند۔ با سراج الدین علی خان آرزو اخلاص غایبانہ دارد۔ سابق از کمالِ شوق هندوی جوانی فرستادہ و طلب اشعار و احوال سراج الدین علی خاں آرزو نمودہ۔ یک دو غزل فارسی و یک قصیدۂ عربی درکمال فصاحت و بلاغت فرستادہ بود۔ درین ولا هندوی جوانی فرستادہ و سہ جزو از غزلیات خود نوشتہ، مشق سخن رسیدہ۔ تلاش هاى بالا دست دارد چنانچہ ازین اشعار او کہ نوشتہ می شود، ظاهر است۔ گویند تذکرۃ الشعرای نوشتہ، درین ولا نظر ثانی برآن باز می نویسد۔ از وست :

کارِ دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن
وقت نرگس خوش کہ در فصل خزان گیرد قدح

نقش و نگارِ دنیا سیرِ بہشت دارد
امّا چو پای طاؤس انجامِ زشت دارد

◆ ◆ ◆

مظہر، مرزا جانجانان

آنچہ از زبانش مسموعست آنست کہ نام اصلی جانِ جان است۔ چہ والدش محمد جان نام داشت۔ نظر بر آن جانِ جان موسوم گردانیدہ و حالا بہ جانِ جانان شہرت گرفتہ۔ ، عنفوان کہ والد مرحومش ودیعت حیات سپردہ بفقر وفنا مشغولست۔ چنانچہ در خدمت بزرگی از سلسلۂ نقشبندی داخل طریقہ گشتہ۔ بعد ازان کسب فضایل صوری و معنوی نمودہ تا الحال کہ عمرش پنجاہ رسید ھمیشہ در استحکام مراتب فی گری ساعیت۔ با این ھمہ از سوز عشق ظاھری گاھی خالی نبودہ، باوجود تقلید مذھب کمال توسّعہ مشرب دارند و در وقت فہم و ذکای طبع یکتای لیل ونہار بلکہ بی مثل روزگار است۔ جدّت طبیعت وجودت قریحہ بمرتبہ دارد کہ بمصداق این مصرعہ است:

کہ سخن نگفتہ باشی بہ سخن رسیدہ باشی

از ابتدای نومشقی با سراج الدین علی خاں آرزو کمال اخلاص و ارتباط دارند۔ پیشتر گاہ گاھی ریختہ کہ شعر آمیختہ ھندوی و فارسی است، بطریقۂ خاصہ می گفت۔ حالا خلاف طرزی خود دانستہ ترک نمودہ۔ بعضی از تلامذہ خود را تربیت بسیار کردہ حتی کہ بعضی می گویند خود گفتہ داد۔ واللہ اعلم۔ ھرچند شعر دون دون مرتبہ اوست درین ولا انتخاب اشعار نوشتہ می شود۔

دیدی آخر حالِ باغ ای بی مروّت باغبان
رخصتِ سیر چمن کردن نمی دادی مرا

❖ ❖ ❖

مشکل الفاظ کے معانی

فرزندان	=	(فرزند کی جمع)، اولاد
تخلص	=	چھٹکارا۔ اصطلاح میں اس نام کو کہتے ہیں جس کو شاعر اپنے شعر میں استعمال کرتا ہے۔
احوال	=	حال کی جمع
بیت	=	گھر۔ جس طرح غزل یا نظم کے دو مصرعوں سے مل کر ایک شعر بنتا ہے، اسی طرح مثنوی میں دو مصرعوں کی ایک بیت ہوتی ہے۔
فائز گردیدن	=	مراد پانے والا
زیارت	=	ملاقات، دیکھنا
فروکش کردن	=	اترنا، کسی جگہ میں رہنا
تعظیم	=	عزت کرنا
توقیر	=	عزت، احترام
سعادت	=	نیکی، خوش قسمت ہونا
دارین	=	دونوں دنیا یعنی دنیا اور آخرت
سابق	=	پچھلا، سبقت لے جانے والا
فرستادن	=	بھیجنا
فصاحت	=	خوش گو۔ اصطلاح میں اس کلام کو کہتے ہیں جو ہر طرح کے عیب سے پاک ہو۔
بلاغت	=	پہنچانا۔ اصطلاح میں ایسی گفتگو جو موقع کے مناسب ہو۔
ولا	=	دوستی، محبت، متعلق
بالادست	=	غالب، کامل
طاؤس	=	مشہور پرندہ، مور

ناخوش = ناراض

نرگس = سفید رنگ کے ایک چھوٹے پھول کا نام۔ مجازاً معشوق کی آنکھ۔

فصل = موسم

خزاں = پت جھڑ

قدح = پیالہ

دشت = خراب

مسموع = سنا گیا، سنا ہوا

حالا = اب، ابھی

شہرت گرفتن = مشہور ہونا

عنفوان = آغازِ جوانی، ہر چیز کی ابتدا

ودیعت = امانت

فقر = فقیری، مفلسی

فنا = ختم ہو جانا، مرنا

نقش بندی = صوفیوں کے ایک طبقہ کا نام

طریقہ = راستہ

کسب = کمائی

صوری = ظاہری

معنوی = معنی کی طرف منسوب ہے۔ اصلی، باطنی

استحکام = مضبوطی

مراتب = (مرتبہ کی جمع) [illegible]

ساعی = کوشش [illegible]

ABDIEL SOLUTIONS ★ PATNA ★ ABDUL

سوز = جلن
تقلید = پیروی کرنا، پیچھے چلنا
مذہب = راستہ، چلنے کی جگہ، مجازاً دین
توسّع = کشادہ کرنا، پھیلانا
مشرب = پانی پینے کی جگہ، مجازاً دین، مذہب
فہم = سمجھ
ذکا = ذہانت، عقل
طبع = طبیعت، مزاج
یکتا = یگانہ، ایک
جدّت = نیاپن، تازگی
جودت = نیکی، تیزی، خوبی
قریحہ = عمدہ مال، آدمی کی طبیعت
مصداق = مطلب، وہ شیٔ جس پر کوئی معنی بولا جا سکے۔
ارتباط = ملانا، دوستی، ربط و تعلق
ریختہ = بکھرا ہوا، فارسی ملی ہوئی اردو
آمیختہ = ملا ہوا
دون = حقیر، کمینہ، تھوڑا
مروّت = مردانگی، ہمدردی
رخصت = اجازت، چھٹی

غور کرنے کی باتیں

- تذکرہ ایسی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں شاعروں، ادیبوں، صوفیوں اور عالموں کے حالات تحریر کیے گئے ہوں۔
- بیاض میں صرف شاعروں کے اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔
- تاریخ اور سوانح نگاری کے لیے تذکرہ کی حیثیت ماخذ کی ہے۔
- تنقید کا اوّلین نقش ہم کو تذکرہ میں ہی ملتا ہے۔
- تذکرے چونکہ ذاتی اور انفرادی معلومات پر ترتیب دیے جاتے ہیں۔ اس لیے اکثر ایک دوسرے تذکروں کے بیانات میں اختلاف ہوتا ہے۔
- سراج الدین علی خاں آرزو کی تحریر سادہ اور سلیس ہے اور شاعروں کے اشعار کثرت سے نقل کیے گئے ہیں۔
- آرزو ایک قادر الکلام شاعر ہیں اور تقریباً ۳۰ ہزار اشعار اُن کی یادگار ہیں۔
- نظم و نثر میں آرزو نے ۱۵ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔
- مجمع النفائس کا اصل نام تذکرۃ الشعرا ہے، جسے آرزو نے ۱۱۴۶ھ میں مکمل کیا ہے۔
- آرزو کا انتقال لکھنؤ میں ہوا اور دہلی میں دفن کیے گئے۔
- مغلیہ دورِ حکومت میں دہلی کو شاہ جہاں آباد کہا جاتا تھا۔

مختصر سوالات

۱- آرزو کا پورا نام کیا ہے؟
۲- آرزو کے والد کا نام کیا ہے؟
۳- شاہ جہاں آباد اب کس نام سے مشہور ہے؟
۴- مجمع النفائس کا اصلی نام کیا ہے؟
۵- آرزو کا وطن کہاں ہے؟
۶- آرزو کی کل تصانیف کتنی ہیں؟

DIEL SOLUTIONS

۷۔ آرزو کی وفات کس شہر میں ہوئی؟

۸۔ آرزو کی وفات کس سال میں ہوئی؟

۹۔ مجمع النفائس میں کتنے شاعروں کا تذکرہ ہے؟

۱۰۔ تذکرہ نویسی کا آغاز کس نے کیا؟

۱۱۔ سب سے پہلے تذکرے کا نام کیا ہے؟

طویل سوالات

۱۔ مجمع النفائس پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

۲۔ فارسی میں تذکرہ نویسی کی ابتدا کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں، لکھیے۔

۳۔ سراج الدین علی خاں آرزو کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالیے۔

۴۔ آرزو نے سید غلام علی آزاد کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ لکھیے۔

۵۔ مجمع النفائس کے حوالہ سے مرزا مظہر جانجاناں کا تعارف کروائیے۔

عملی کام

۱۔ فصاحت اور بلاغت کی تعریف مثال کے ساتھ لکھیے۔

۲۔ داشتن مصدر سے مضارع کی گردان معنی کے ساتھ لکھیے۔

۳۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو مرکبِ اضافی میں استعمال کیجیے:

زیارت .... غزلیات ....

شاعر .... اصلی ....

روزگار ....

◆ ◆ ◆

داستانِ کوتاہ (افسانہ)

قصہ گوئی اور داستان سرائی انسانی فطرت میں شامل ہے۔ اس کی روایت انسانی تاریخ کے اولین دور سے ملتی ہے۔ قصہ کی مختلف قسمیں ہیں اور داستان و ناول کی طرح افسانہ بھی ایک مشہور قسم ہے۔ فارسی میں ناول کے لیے ''نول'' یا ''رمان'' اور افسانے کے لیے ''داستان کوتاہ'' کی اصطلاح رائج ہے۔ داستان میں مافوق البشر کارنامے بیان ہوتے ہیں اور حقیقی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کی جاتی ہے۔ جب کہ افسانہ میں زندگی کا صرف ایک پہلو پیش کیا جاتا ہے۔

افسانہ ایک ایسی نثری کہانی ہے جو ایک ہی نشست میں پڑھی جا سکے۔ یہ عام کہانی سے الگ ایک فنی تخلیق ہے جس میں پلاٹ اور افراد قصہ یعنی کردار کے علاوہ ارتقا، ایک لازمی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی خوبیاں افسانہ کو عام حکایتوں سے منفرد بناتی ہیں۔ افسانہ کی بنیاد عام طور پر نفسیاتی حقیقت پر رکھی جاتی ہے۔

فارسی میں ''داستان کوتاہ'' یا افسانہ کی ابتدا ناول کے بعد ہوئی ہے۔ ابتدا میں سعید نفیسی اور رضا ہنری نے غیر ملکی زبان کے افسانوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور رسالہ ''افسانہ'' کا اجرا عمل میں آیا۔ محمد علی جمال زادہ فارسی کے پہلے افسانہ نگار ہیں۔ ان کا افسانوی مجموعہ ''یکی بود و یکی نبود'' ۱۹۲۰ء میں برلن سے شائع ہوا، جسے فارسی قصہ کی دنیا میں ایک سنگ میل کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ محمد علی جمال زادہ کے مجموعے ''صحرائی محشر'' اور ''راہ آب نامہ'' بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

صادق ہدایت کو دوسرا افسانہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حسین قلی، صادق چوبک، میر محمد حجازی، غلام حسین عابدی اور جمال میر صادق جیسے افسانہ نگاروں نے فارسی افسانہ نگاری کو نئی جہت بخشی اور افسانہ نگاری کو بامِ عروج تک پہنچایا۔

⁂

دھقانِ فداکار

غروبِ یکی از روزھای سرد پائیز بود۔ خورشید در پشتِ کوھھای پُر برفِ یکی از روستاھای آذربایجان فرورفته بود۔ کار روزانهٔ دھقانان پایان یافته بود۔ غلام علی ھم دست از کار کشیده بود و به دهِ خود باز می گشت۔ دران شبِ سردِ طوفانی، نورِ لرزانِ فانوسِ کوچکی راهِ او را روشن می کرد۔

دھی که غلام علی دران زندگی می کرد نزدیکِ راه آھن بود۔ غلام علی ھر شب از کنارِ راه آھن می گذشت تا به خانه اش برسد۔ آن شب، ناگاه صدای غُرّشِ ترسناکی از کوه برخاست۔ سنگ ھای بسیاری از کوه فرو ریخت و راه آھن را مسدود کرد۔

غلام علی می دانست که تا چند دقیقهٔ دیگر، قطار مسافربری به آنجا خواھد رسید۔ با خود اندیشید اگر قطار با توده ھای سنگ برخورد کند واژگون خواھد شد۔ ازین اندیشه سخت مضطرب شد۔ نمی دانست در آن بیابانِ دور افتاده چگونه رانندهٔ قطار را از خطر آگاه کند۔ درھمین حال، صدای سوت قطار از پشت کوه شنیده شد که نزدیک شدنِ آن را خبر می داد۔

غلام علی روزھای را که به تماشای قطار می رفت به یاد آورد۔ صورتِ خندانِ مسافران را به یاد آورد که از درون قطار برای او دست تکان می دادند۔ از اندیشهٔ حادثهٔ خطرناکی که در پیش بود قلبش سخت لرزید۔ در جستجوی چاره ای بود تا بتواند جان مسافران را نجات بدھد۔

ناگھان چاره ای به فکرش رسید۔ دران سرمای شدید به سُرعت لباس ھای خود را از تن درآورد و به سرِ چوبدستی خود بست۔ نفت فانوس را روی لباسھایش ریخت و آن را آتش زد و مانند مَشعلی بدست گرفت۔ غلام علی در حالی که مشعل را بالا نگاه داشته بود۔ به طرفِ قطار دوید۔

رانندۂ قطار با دیدن آتش دانست کہ خطری در پیش است۔ تُرمُز را کشید۔ قطار پس از تکانہای شدید از حرکت باز ایستاد۔ راندہ و مسافران سراسیمہ از قطار بیرون ریختند۔ با دیدنِ تودہ ھای سنگ و غلام علی کہ با بدنِ برھنہ در آنجا ایستادہ بود، دانستند کہ فداکاری او آنہا را از خطر بزرگی نجات دادہ است۔ ھمگی از و تشکّر کردند۔ می خواستند بہ او پاداشی بدھند۔ غلام علی گفت: ”من این کار را برای رضای خدا و نجات شما ھم وطنانم انجام دادہ ام۔ پاداش من این است کہ موفّق شدم شما را نجات دھم“۔

غلام علی، دھقان فداکار، شادی آن شب را ھیچ گاہ فراموش نخواھد کرد۔

(ماخوذ از آزفا، حصہ سوم)

مشکل الفاظ کے معانی

پائیز = موسم خزاں
روستا = دیہات
آذر بایجان = ایران کے شمال مغرب کا ایک صوبہ
فرو رفتن = غروب ہونا
پایان یافتن = مکمل ہونا
دست کشیدن = چھوڑنا
بردہ خود = (بر + دہ + خود) اپنے دیہات یا گاؤں کو
باز گشتن = واپس جانا
لرزان = ہلتا ہوا، جھلملاتا ہوا
نورِ لرزانِ فانوس = چراغ کی ٹمٹماتی روشنی
راہِ آہن = ریلوے لائن (ریل کی پٹڑی)
غرش = دھماکہ

فرو ریختن = نیچے گرنا

مسدود کردن = بند کر دینا

قطار مسافربری = مسافر کو پہنچانے والی ٹرین

برخورد کردن = ٹکرانا

واژگون شدن = اُلٹ جانا

مضطرب = پریشان ہونا

رانندۂ قطار = ٹرین کا ڈرائیور

آگاہ کردن = خبر کرنا

سوت = سیٹی

بہ یاد آوردن = یاد آنا

دست تکان دادن = ہاتھ ہلانا

درآوردن = اُتارنا

نفت = کراسن تیل، پٹرول

آتش زدن = آگ لگانا

نگاہ داشتن = پکڑنا

ترمز = بریک

باز ایستادن = رُک جانا

پاداش = نیکی کا بدلہ

غور کرنے کی باتیں

- ''دھقان فداکار'' ایک اخلاقی وسبق آموز افسانہ ہے۔ اس افسانے کے ذریعے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان جہاں بھی رہے اور جس جگہ سے گزرے وہاں ہر وقت یہ خیال رکھے کہ اس کے اِرد گرد کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے عام آدمی کو مصیبت و تکلیف پہنچے۔ اگر کوئی چیز نظر آئے تو اس کو راستہ سے دور کیا جائے یا ایسی صورت نکالی جائے تا کہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں۔
- اس افسانہ میں ایک دیہاتی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو ہر روز حصولِ رزق کے لیے شہر جاتا ہے اور شام کو اپنے گھر لوٹ آتا ہے۔ حسب معمول ایک دن وہ شام کو اپنے گھر لوٹ رہا تھا۔ راستہ میں ریلوے لائن تھی۔ ریلوے لائن پار کرنے کے دوران اس کو ایک بھیانک آواز سنائی دی اور کیا دیکھتا ہے کہ پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر ریلوے لائن پر آگیا ہے اور ریلوے لائن پر مسافر ریل گاڑی آنے والی ہے۔ حادثہ ہونے کی بات سوچ کر دیہاتی پریشان ہو جاتا ہے۔ سخت ٹھنڈک پڑنے کے باوجود وہ اپنا کپڑا اُتارتا ہے اور تیل میں بھگو کر روشن کرتے ہوئے مسافر ریل گاڑی کی طرف دوڑ جاتا ہے۔ ڈرائیور دور سے دیکھ لیتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ کوئی حادثہ کی اطلاع ہے۔ ڈرائیور ریل گاڑی کو روک دیتا ہے۔ آگے دیکھتا ہے کہ پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا ریل لائن پر آگیا ہے جس سے ایک بڑا حادثہ ہو سکتا تھا۔ اس طرح دیہاتی مزدور نے اپنی سوجھ بوجھ سے ایک بڑے حادثہ سے لوگوں کو بچا لیا اور سیکڑوں جانیں ختم ہونے سے بچ گئیں۔
- اس افسانہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ دیہاتی مزدور غریب ہے۔ برف باری کے باوجود وہ انسانی ہمدردی کے جذبہ کے تحت اپنے کپڑے کو اُتارتا ہے اور تیل میں بھگو کر آگ لگا کر حادثہ کو ٹالنے کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔ اور جب حادثہ ٹل جاتا ہے تو اس کو انعام و اکرام کی پیشکش کی جاتی ہے جس کو وہ ٹھکرا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ کام خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اور آپ لوگوں کی جان بچانے کے لیے کیا ہے نہ کہ کسی انعام و اکرام کی لالچ میں۔
- دیہاتی مزدور اس رات کے واقعہ کو اپنی زندگی کا ایک اہم واقعہ و کارنامہ شمار کرتا ہے جس کو وہ کبھی

بھی بھول نہیں سکتا ہے۔

- اس افسانہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان زندگی میں جو بھی کام کرے اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کا جذبہ ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ کبھی بھی لالچ اور اُمید کے تحت کام نہیں کرنا چاہیے۔
- ’’دھقان فداکار‘‘ ایک افسانہ ہے جس میں اخلاقی اور مذہبی و سماجی اقدار کا جذبہ پایا جاتا ہے جو کسی بھی درسی کتاب کا ایک لازمی عنصر ہوتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ بچوں کے اندر سماجی خدمت، اخلاص، نیک نیتی کا جذبہ پیدا کیا جا سکے۔ اسی مقصد کے تحت اس افسانہ کو داخل نصاب کیا گیا ہے۔ یہ افسانہ آزفا (آموزش زبان فارسی) کتاب سے ماخوذ ہے۔

مختصر سوالات

۱- افسانہ کو فارسی زبان میں کیا کہتے ہیں؟
۲- فارسی زبان میں افسانہ کی ابتدا کس صنف کے بعد ہوئی؟
۳- فارسی کے کچھ مشہور افسانہ نگاروں کے نام بتائیں؟
۴- ’’دھقان فداکار‘‘ افسانہ کس کتاب سے ماخوذ ہے؟
۵- اس افسانے سے کیا نصیحت ملتی ہے؟
۶- ’’دھقان فداکار‘‘ نے انعام لینے سے کیوں انکار کیا؟
۷- اس افسانے کی روشنی میں ہم کو کیا کرنا چاہیے؟
۸- افسانہ کو داخل نصاب کرنے کا مقصد کیا ہے؟

طویل سوالات

۱- داستانِ کوتاہ (افسانہ) پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔

۲- ’’دھقانِ فداکار‘‘ افسانہ کا مرکزی خیال کیا ہے؟ بیان کیجیے۔

۳- ’’دھقانِ فداکار‘‘ کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھیے۔

عملی کام

۱- اس سبق سے ماضی مطلق کو چُنیے اور ان سے فعل ماضی قریب بنائیے۔

۲- اس سبق سے ماضی بعید کے صیغوں کو چُن کر لکھیے۔

۳- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

پائیز ....
بہ دِہِ خود ....
راہِ آہن ....
غرّش ....
فروریختن ....
رانندۂ قطار ....
سوت ....
قُرمُز ....

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL
PATNA

بخش نظم

حمد

’’حمد‘‘ کا لغوی معنیٰ ’’تعریف‘‘ اور ’’خدا کی تعریف کرنا‘‘ ہے۔ اصطلاح میں ایسی نظم کو حمد کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تعریف میں کہی گئی ہو۔ حمد میں شاعر خدا کی تعریف، اُس کی قدرت کا اظہار اور صفاتِ خداوندی کا تذکرہ شاعرانہ انداز میں پیش کرتا ہے۔ شاعر خدا کی طرف رجوع ہو کر کائنات میں بکھری ہوئی خدا کی نعمتوں کا تذکرہ کرتا ہے جو ثنا اور توصیف خداوندی کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

’’حمد‘‘ یعنی خدا کی تعریف اصلاً توحید کا بیان کرنا ہے۔ یعنی خدا کی خدائی یکتا و یگانہ ہے۔ کوئی کسی اعتبار سے اس کا شریک نہیں ہے اور یہی ایمان کی حقیقت ہے۔ اس طرح شاعر کا کمال یہ ہے کہ حمد گوئی میں خدا کی ذات و صفات کو بیان کرنے میں کسی غیر کی طرف نہ جھانکے۔

حمد کا تعلق چونکہ خدا کی ذات سے ہے یعنی بندہ، بندہ بن کر خدا کی تعریف کرتا ہے۔ اس لیے بندگی میں کمال پیدا کرنا، حمد گوئی کا کمال ہے۔ اس طرح ’’حمد‘‘ کہنا شاعر کے لیے آسان بھی ہے اور دشوار بھی۔

’’حمد‘‘ صنف سخن کے لحاظ سے مستقل ایک مضمون ہے جو نظم کی شکل میں ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی شاعر قصیدہ یا مثنوی کے شروع میں بھی حمد کے اشعار لکھتا ہے۔ یہ ایک پسندیدہ طریقہ ہے کہ کسی چیز کے بیان کرنے سے پہلے خدا کی تعریف کی جائے۔

تاریخی اعتبار سے حمد گوئی کی روایت بہت قدیم ہے۔ فارسی زبان و ادب کی تاریخ حمد سے شروع ہوئی ہے۔ مشکل سے ہی فارسی کا کوئی ایسا شاعر ہوگا جس نے حمد سے اپنے کلام کا آغاز نہ کیا ہو۔ تمام اصنافِ سخن میں حمد گوئی کی روایت موجود ہے۔ فارسی ادب میں ’’حمد‘‘ کہنے والے شاعروں کی تعداد بے شمار ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ ہر ایک شاعر نے اپنے اعتبار سے حمد کہی ہے تو غلط نہیں ہے۔ اور یہ ایک مستقل صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔

شیخ فرید الدین عطّار

اصلی نام محمد، لقب فرید الدین اور تخلّص عطار ہے۔ **نیشاپور** میں پیدا ہوئے۔ سالِ ولادت ۱۱۱۹ھ ہے۔ بچپن سے طبیعت تصوّف کی طرف مائل تھی۔ آبائی پیشہ عطاری کا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد آبائی پیشہ کو ترقی دی۔ ایک دن عطار اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک فقیر آ گیا اور خواجہ صاحب کی دکان کو دیکھنے لگا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو اپنا راستہ لو۔ اس نے کہا تم اپنی فکر کرو، میرا جانا کیا مشکل ہے۔ یہ کہہ کر وہیں لیٹ گیا۔ خواجہ صاحب نے جو دیکھا تو وہ انتقال کر چکا تھا۔ اس واقعہ کا عطار پر گہرا اثر پڑا۔ دکان راہِ خدا میں لٹا دی اور کاروبار چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔

عطار نے جوانی کا زمانہ علوم و معارف کی تحصیل میں گزارا اور آخری عمر میں مقام ارشاد پر فائز ہو گئے۔

عطار کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مصر، دمشق، ہندوستان، ترکستان اور مکّہ کی سیاحت کی تھی۔

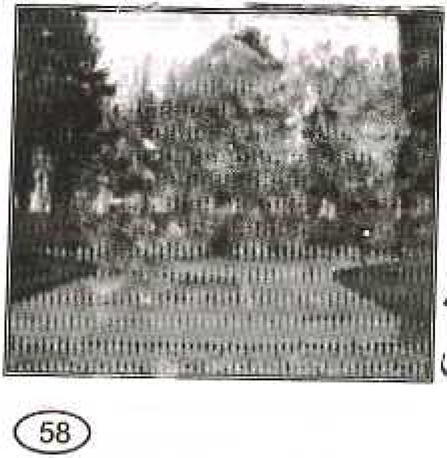

عطار نے باوجود فقر و تصوف کے عطار خانہ اور مطب کا تعلق قائم رکھا اور اسی حالت میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ تصوف میں بہت اونچا مقام تھا۔ مولانا جلال الدین رومی اُن کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ۔

ھفت شہرِ عشق را عطار گشت
ما ھنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اپنے وطن نیشاپور میں ہی ایک مغل نے اپنی تلوار سے خواجہ کو ۱۱۴ برس کی عمر میں ۱۲۲۹ھ میں قتل کر ڈالا۔ شیخ عطار کی

تصانیف کی تفصیل اس طرح ہے:

اسرار الٰہی، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، وصیت نامہ، پند نامہ، بلبل نامہ، حیدر نامہ، جواہر نامہ، مختار نامہ اور شرح القلوب کے ناموں سے کئی مثنویاں لکھی ہیں۔

عطار کی سب سے بڑی یادگار ان کے قصیدے اور غزلیات کا دیوان ہے، جس میں دس ہزار کے قریب اشعار ہیں۔ دوسری مشہور تصنیف مثنوی منطق الطیر اور تیسری مشہور تصنیف تذکرۃ الاولیا ہے۔

عطار کے دیوان میں نہایت عارفانہ اور شور انگیز اشعار ہیں۔ گویا اپنے ضمیر کے اسرار کو شعر کا جامہ پہنایا ہے۔

منطق الطیر میں عارفانہ مطالب کو نہایت لطیف حکایات کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

* * *

حمد

شیخ فریدالدین عطار

حمد بی حد مر خدای پاک را   آنکه ایمان داد مشت خاک را
اوست سلطان هرچه خواهد آن کند   عالمی را در دمی ویران کند
هست سلطانی مسلّم مر و را   نیست کس را زهرۀ چون و چرا
آن یکی را گنج و نعمت می دهد   دیگری را رنج و زحمت می دهد
آن یکی را زر و صد همیان دهد   دیگری در حسرت نان جان دهد
آن یکی بر تخت با صد عزّ و ناز   دیگری کرده دهان از فاقه باز
بی پدر فرزند پیدا او کند   طفل را در مهد گویا او کند
مردۀ صد ساله را حی می کند   این بجز حق دیگری کی می کند
از زمین خشک رویاند گیاه   آسمان را بی ستون دارد نگاه
هیچ کس در مُلکِ او انباز نی
قولِ او را لحن نی آواز نی

◆ ◆ ◆

مشکل الفاظ کے معانی

حمد = تعریف

بی حد = بے انتہا، بہت زیادہ

مر = خاص کر، بے حساب

مشت = مٹھی

خاک = مٹی

مشت خاک = انسان

سلطان = بادشاہ

دم = وقت، لمحہ

دمی = ایک لمحہ

سلطانی = بادشاہت

مسلّم = مانا گیا، تسلیم کیا ہوا

زہرہ = دلیری، ہمت، پتہ

چون و چرا = حجت کرنا، تنقید کرنا

گنج = خزانہ

رنج = تکلیف

زحمت = تکلیف

زر = سونا، روپیہ

ہمیان = روپیوں کی تھیلی

حسرت = ارمان، افسوس

عز و ناز = عزت اور فخر

ABSOL SOLUTIONS PATNA

جان دادن = مرجانا
طفل = بچہ
مہد = گود، گہوارہ
حیّ = زندہ
گی = کب
بجز = بغیر
رویانیدن = اُگانا
گیاہ = گھاس
ستون = کھمبا
نگاہ داشتن = حفاظت کرنا
انباز = شریک
نی = نہیں
لحن = آواز

غور کرنے کی باتیں

- حمد اصل میں توحید خداوندی کا بیان ہے۔ لیکن چونکہ ذاتِ الٰہی کا بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ اس لیے شاعر صفات خداوندی کے اظہار کا سہارا لیتا ہے اور اللہ کی قدرت کو اپنے انداز میں بیان کرتا ہے۔
- موجودہ حمد میں عطّار نے بڑی سادگی سے صفات خداوندی کو بیان کیا ہے، اور اس کی طاقتوں اور قدرتوں کو اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے۔

- حمد میں عام طور پر عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس حمد میں عطّار نے اپنے پختہ اور عارفانہ عقیدے کو بیان کیا ہے۔
- اس حمد کے اشعار میں شاعر نے لفظی اور معنوی صنعتوں کا بھی نمونہ پیش کیا ہے۔
- عطّار نے خدا کی ایسی صفات کو اس حمد میں بیان کیا ہے، جس کا مشاہدہ ہر انسان ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ مثلاً آسمان کا بغیر ستون کے قائم رہنا، زمین سے گھاس کا اُگنا وغیرہ۔

مختصر سوالات

۱- حمد کس کو کہتے ہیں؟
۲- حمد اور مناجات کا فرق بتائیے۔
۳- حمد میں کن چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے؟
۴- اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے کس کو پیدا کیا؟
۵- وہ کون بچہ تھا جو ماں کی گود میں بولنے لگا؟

طویل سوالات

۱- داخلِ نصاب حمد کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھیے۔
۲- عطّار نے اس حمد میں خدا کی کن صفات کا تذکرہ کیا ہے؟
۳- درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے:

بی پدر فرزند پیدا او کند
طفل را در مہد گویا او کند

۴- فریدالدین عطّار کے بارے میں دس جملے لکھیے۔

۵- اللہ کے صفات کو اپنے مشاہدے کی بنیاد پر لکھیے۔

عملی کام

۱- حمد کے اشعار کو یاد کیجیے۔

۲- وحد کا مصدر کیا ہے، وحد کس طرح بنا ہے؟

۳- نگاہ داشتن کو اپنے جملہ میں استعمال کیجیے۔

❖ ❖ ❖

نعت

نعت عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا ترجمہ ہے "تعریف"۔ اصطلاح میں اس منظوم کلام کو نعت کہتے ہیں، جس میں حضور ﷺ کی تعریف اور آپ ﷺ کے صفات کو بیان کیا جائے۔

نعت گوئی ایک اہم صنف سخن ہے، اور جس قدر اہم ہے اسی قدر نازک بھی ہے۔ اس لیے کہ نعت میں شاعر اپنے شوق و ذوق اور محبت و وارفتگی کا اظہار رسول ﷺ کی شان میں کرتا ہے اور اس ادب کے ساتھ کہ شانِ نبوی ﷺ میں کہیں اور کسی اعتبار سے جھول اور لغزش نہ آنے پائے۔

عالمی ادب میں فارسی ادب نعت گوئی اور مدح رسول ﷺ کے باب میں سب سے زیادہ خوش نصیب اور سرمایہ دار ہے۔ جذبات کی جو فراوانی اور گرمی یہاں نظر آتی ہے دوسری ادبیات میں نہیں پائی جاتی۔ حسن و احسان کا سب سے بڑا پیکر اور جمال و کمال کا سب سے لطیف مظہر حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اس لیے شاعروں نے قدرتی طور پر اپنے کلام کے عجیب و غریب اور ایسے نادر نمونے پیش کیے ہیں، جو اس ذات کے لیے مخصوص ہیں۔

عرب اور عجم میں نعت گوئی کی مضبوط روایت موجود ہے۔ صحابئ رسول ﷺ حسان بن ثابتؓ حضور ﷺ کی موجودگی میں منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر حضور ﷺ کے خصائل بیان کرتے تھے۔ شعرائے عجم نے بھی نعت گوئی میں اپنے جوہر کا کمال دکھایا ہے۔

◆ ◆ ◆

حاجی محمد جان قدسی

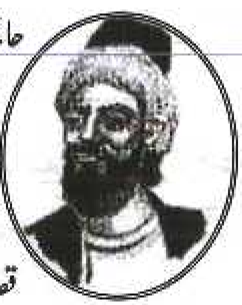

حاجی محمد جان قدسی کی پیدائش مشہد مقدس میں ہوئی۔ اسی مناسبت سے قدسی تخلص اختیار کیا۔ جوانی میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ شاہ جہاں کے دور میں ہندوستان آنا ہوا۔ سب سے پہلے خواجہ عبداللہ خان ہفت ہزاری کی شان میں قصیدہ کہا اور بہت زیادہ انعام حاصل کیا۔ ۱۰۴۲ھ میں شاہ جہاں کی خدمت میں ایک قصیدہ کہا۔ شاہ جہاں بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ قدسی کے منہ کو سات بار جواہرات سے بھرا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اب قدسی کی شہرت ہر چہار جانب ہوگئی اور شاہ جہاں نے اس کو اپنا ملک الشعرا مقرر کر دیا۔ جب ۱۰۴۵ھ میں جشن نوروز کے موقع پر قدسی نے قصیدہ پڑھا تو بادشاہ نے خوش ہوکر روپیہ سے اس کو وزن کروایا۔ اس طرح وہ بادشاہ سے انعامات حاصل کرتا رہا۔

۱۰۵۶ھ میں لاہور میں اس کا انتقال ہوا۔ قدسی نے مثنوی، قصیدہ اور غزل پر مشتمل اپنا دیوان یادگار چھوڑا ہے۔ ایک مثنوی ”ظفر نامۂ شاہ جہاں“ بھی اس نے نظم کی تھی۔

نصاب میں شامل نعت، قدسی کی نعت گوئی کا بہترین نمونہ ہے۔

◆ ◆ ◆

DIEL SOLUTIONS
ABSOL
NA★

نعت

حاجی محمد جان قدسی

مرحبا سیّدی مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
منِ بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدین بو العجبی
چشمِ رحمت بکشا سوی من انداز نظر
ای قریشی لقبی ھاشمی و مطّلبی
ما ھمہ تشنہ لبانیم و تویی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی
عاصیانیم ز ما نیکیِ اعمال مپرس
سوی ما روی شفاعت بکن از بی سببی
سیّدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوی تو قدسی پیِ درمان طلبی

◆ ◆ ◆

مشکل الفاظ کے معانی

مرحبا = شاباش (شادباش)، مہمان کی تعظیم کے لیے بولا جاتا ہے
سید = سردار
مدنی = مدینہ منورہ کا رہنے والا
فدا = قربان ہونا، جان و مال نچھاور کرنا
عجب = انوکھا
جمال = خوبصورتی
بوالعجبی = انوکھی ذات جس کو دیکھ کر لوگ تعجب کریں
بکشا = تو کھول، کشادن سے فعل امر
سوی = طرف
تشنہ = پیاسا
عاصی = گنہ گار
شفاعت = سفارش کرنا
أنتَ (عربی) = تم
حبیب = دوست
طبیب = حکیم، ڈاکٹر
قلب = دل
درمان = علاج
طلب = مانگنا، خواہش

غور کرنے کی باتیں

- نعت گوئی مدحیہ شاعری کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں شاعر حضور ﷺ کے خصائل اور عادات کو عقیدت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔
- نعت گوئی ایک ایسا میدان ہے، جہاں پر شاعر کو بہت سنبھل کر شعر کہنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ تھوڑی سی لغزش سے ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے۔
- جو عشق و محبت رسول ﷺ میں جتنا پختہ ہوتا ہے، اس کی نعت اسی قدر زیادہ مقبول عام ہوتی ہے۔
- قدسی کی نعت گوئی تصوف کے حلقہ میں بہت مقبول ہے۔ ان کے اشعار، اوزان اور قافیہ کے اعتبار سے بھی ممتاز ہوتے ہیں۔
- عربی الفاظ کی جابجا شمولیت نے قدسی کے کلام کی دلآویزی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزل خواں حضرات ان کے کلام کو ترنم سے پڑھتے ہیں۔ دیگر شعرا اور صوفیا نے بھی کثرت سے ان کی نعت کی تضمین کی ہے۔

مختصر سوالات

۱- نعت کا معنٰی بتائیے۔
۲- مرحبا! کس وقت بولا جاتا ہے؟
۳- بوالعجب کس کو کہتے ہیں؟
۴- نعت کن کی شان میں کہی جاتی ہے؟
۵- نعت کا کوئی شعر سنائیے۔

طویل سوالات

۱- درج ذیل شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۲- شاعر نے اس نعت میں حضور ﷺ کی کن صفات کو بیان کیا ہے؟

۳- حضور ﷺ کی شان “رحمت اللعالمینؐ” کے بارے میں آپ جو کچھ جانتے ہیں لکھیے؟

۴- شاعر نے حضور ﷺ کو “آبِ حیات” سے تعبیر کیا ہے۔ “آبِ حیات” کی خصوصیات کو تفصیل سے لکھیے۔

۵- حضور ﷺ سے عشق و محبت کی علامت کیا ہے؟ مختصر لکھیے۔

عملی کام

۱- اس نعت کو یاد کیجیے اور ترنم سے پڑھنے کی کوشش کیجیے۔

۲- نعت کے پسندیدہ اشعار کو ایک جگہ لکھیے۔

❖ ❖ ❖

محمد حسین شہریار

نام محمد حسین اور شہریار تخلص ہے۔ ان کے والد کا نام میرآقا خشکنابی ہے۔ والد آذربایجان کے محکمۂ اپیل میں عدلیہ کے وکیل تھے۔ شہریار ۱۲۸۳ھ/ ۵-۱۹۰۴ء میں تبریز کے ایک علاقہ خشکناب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور کچھ درمیانی تعلیم تبریز میں حاصل کی۔ پھر تہران آکر مدرسہ دارالفنون میں تعلیم مکمل کر کے ۱۳۰۳ھ/ ۱۹۲۵ء میں فیکلٹی آف میڈیسین میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۰ء میں اس سلسلۂ تعلیم کو چھوڑ کر خراسان چلے گئے۔ وہاں چھ سال رہنے کے بعد بینک میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۸ء میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔

محمد حسین طالب علمی کے دور سے شعر کہتے تھے اور بہجت تخلص کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اپنا تخلص شہریار اختیار کیا۔ ان کا ایک مختصر مجموعۂ کلام ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ یہ دیوان اور ان کی جوانی کی تخلیق مثنوی ''روحِ پروانہ'' ان کی روز افزوں شہرت و مقبولیت کا باعث بنی۔ ۱۹۵۲ء میں ان کی غزلوں اور قطعات کا مجموعہ دو جلدوں میں شائع ہوا۔ ان کا نصف کلام اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔

شہریار عربی اور فرانسیسی دونوں زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ ترکی میں بھی کچھ اشعار کہے ہیں۔ شہریار کی زیادہ تر تخلیقات کا شمار عہدِ حاضر کے شاہکار میں ہوتا ہے۔ پوری فارسی دنیا میں فارسی کے مشہور ترین شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی زیادہ تر شہرت ان کی غزل گوئی کی وجہ سے ہے۔ ان کی مثنویاں نئے انداز میں ہونے کے باوجود شاعرانہ کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ موسیقی سے بھی اُن کا گہرا تعلق تھا۔

⁂

آشیانِ عنقا

محمد حسین شہریار

(۱)

زین همرهان همرازِ من تنها توی تنها بیا
باشد که در کامِ صدف گوهر شوی، یکتا بیا
یارب که از دریا دلی خود گوهرِ یکتا شوی
ای اشکِ چشمِ آسمان در دامنِ دریا بیا
ای ماهِ کنعانی ترا یاران بچاه افگنده اند
در رشتهٔ پیوندِ ما چنگی زن و بالا بیا
مفتونِ خویشم کردی از حالی که آن شب داشتی
بارِ دگر آن حال را کردی اگر پیدا بیا
دنیا و مافیها اگر نا اهلت ارزانی کند
با سرگرانی بگذر از دنیا و ما فیها بیا
راهِ خرابات است این بی پاشده با سر برو
چون مه گرفته شعلهٔ شوقت به سر تا پا بیا
گر شهریاری خواهی و اقلیم جان از خاکیان
چون قاف دامن باز چین زیرِ پرِ عنقا بیا

⁂

مشکل الفاظ کے معانی

آشیان = گھر

عَنقا = ایک پرندے کا نام جسے کسی نے نہیں دیکھا ہے۔

ھمرھان = (ھمراہ کی جمع)، ساتھ چلنے والا

کام = حلق، مقصد

صَدَف = سیپ

گوھر = موتی

یکتا = بے مثال

دامنِ دریا = ساحل سمندر

ماہِ کنعان = اصطلاحاً حضرت یوسفؑ (کنعان کا چاند)

رشتہ = دھاگا، تار

چنگی زن = چنگل مارو، ہاتھ مارو

مفتون = فریفتہ

حالی = خاص حالت

ارزانی کردن = سستا کرنا

سرگرانی = دردِ سر، ناراضگی

خرابات = شراب خانہ

اقلیم = قلمرو، حکومت

خاکیان = اولادِ آدم

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

نالۂ بلبل

محمد حسین شہریار

(۲)

دوستان باز دھن می بندند
چشم بندان بچہ فن می بندند

یادِ ایامِ قفس خوش کہ مرا
پر گشودند و دھن می بندند

پای گل چیدن نتوان بست ولی
پای مرغانِ چمن می بندند

کہنہ کارند حریفان ہشدار
دستِ یارانِ کہن می بندند

شہرآرا چو بباغ آمد زاغ
بلبلان لب زسخن می بندند

مشکل الفاظ کے معانی

نالہ = گریہ، رونا
باز = پھر
بندند = مصدر بستن سے فعل مضارع جمع غائب، باندھیں
بستن = باندھنا
چشم بندان = چشم بند کی جمع، آنکھ پر پٹی باندھنے والے
ایام (عربی) = یوم کی جمع، دن، زمانہ
قفس = قید خانہ، پنجرا
گشودند = گشودن مصدر سے فعل ماضی مطلق جمع غائب، کھولا
گل چین = پھول چننے والا
کہنہ کار = تجربہ کار
کہن = پرانا
لب از سخن بستن = ہونٹ بند کر لینا، چپ ہو جانا، خاموش ہو جانا

غور کرنے کی باتیں

- ❖ صنف غزل سے متعلق غور کرنے کی باتیں حضرت نصر پھلواروی کی غزلوں کے بعد آیندہ صفحات میں دیے گئے ہیں۔ انھیں ضرور پڑھ لیں۔

طویل سوالات

۱- محمد حسین شہریار سے متعلق اپنی واقفیت چند جملوں میں لکھیے۔

۲- غزل ''آشیانِ عنقا'' کے پانچویں شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

۳- غزل ''نالہ ٔبلبل'' کے دوسرے اور تیسرے شعر کی تشریح کیجیے۔

۴- ''نالہ ٔبلبل'' کے آخری شعر میں شہریار نے کیا سبق دیا ہے؟ لکھیے۔

۵- درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے :

عنقا	....	ھمراز	....
کامِ صدف	....	گوھر	....
ماہِ کنعانی	....	خرابات	....
نالہ	....	باز	....
قفس	....	گل چین	....
حریف	....	کہنہ کار	....
کہن	....	زاغ	....

۶- غزل ''آشیانِ عنقا'' اور ''نالہ ٔبلبل'' کے ایک ایک شعر زبانی یاد کیجیے اور اُن کی تشریح کیجیے۔

مختصر سوالات

۱- شہریار کا پورا نام کیا تھا؟

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL
PATNA

۲- شہریار کے والد کا نام کیا تھا؟

۳- شہریار کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

۴- شہریار نے طالب علمی کے دور میں کون سا تخلص اختیار کیا تھا؟

۵- شاعری کی کون سی صنف شہریار کی شہرت کا سبب بنی؟

عملی کام

۱- دونوں غزلوں سے ایک ایک شعر کی تشریح لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیے۔

۲- غزل ''آشیانِ عنقا'' کا مرکزی خیال کیا ہے؟ چند جملوں میں لکھ کر اپنے استاد سے اصلاح لیجیے۔

۳- غزل ''نالۂ بلبل'' کا مرکزی خیال مختصراً لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیے۔

۴- غزل ''آشیانِ عنقا'' سے فعل امر کے الفاظ چُن کر لکھیے۔

۵- درج ذیل محاورات کے معانی اپنے استاد سے معلوم کیجیے۔

(الف) گوہر شدن، چنگی زدن، ارزانی کردن، بی پا شدن، با سر رفتن، باز چیدن۔

(ب) دہن بستن، چشم بستن، پَر گشودن، پای بستن۔

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL
★ PATNA ★

نصرؔ پھلواروی

مولانا شاہ محمد علی حبیب بن مولانا شاہ محمد ابوالحسن فردؔ بن شاہ محمد نعمت اللہ قدست اسرارہم بڑے عالم متبحر، عارف کامل، ولی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کی ولادت ۱۵؍ رمضان روز چہار شنبہ ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں ہوئی اور وفات ۲۷؍ ربیع الاوّل وقت ظہر ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں پھلواری شریف (پٹنہ) میں ہوئی اور باغ مجیبی میں گنبد پیر مجیب سے پچھم مدفون ہوئے، جس پر ایک وسیع عمارت ۱۳۴۹ھ میں تعمیر ہو گئی ہے۔ کتب درسیہ ہدایہ تک اپنے منجھلے چچا اور مرشد مولانا شاہ محمد ابوتراب آشنا قدس سرہ سے پڑھیں اور بقیہ کتب درسیہ اپنے چھوٹے چچا مولانا شاہ محمد حسین سے ۴؍ شعبان بروز جمعہ ۱۲۷۲ھ میں تمام کیں۔ بیعت و اجازت و خلافت کلی آپ کو اپنے والد سے ۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۲۶۳ھ میں ہوئی۔ ۳۰؍ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ میں سجادہ مجیبیہ پر متمکن ہوئے اور کامل ۲۸ سال رُشد و ہدایت، تعلیم و تربیت اور درس و تدریس میں بسر فرمایا۔

آپ کی تصانیف سے رسالہ شواہد الجملہ و نعت عظمیٰ و اسوۂ حسنہ اور دیگر کئی چھوٹے رسالے ہیں۔ شعر و سخن کا مذاق ابتدائے شعور سے تھا۔ نصرؔ تخلص کرتے تھے۔ اساتذہ کے کلام پر خصوصاً کلیات فردؔ پر غائر نظر ڈالنے کے بعد شاعری میں ان کا پایہ بہت بلند ہو گیا اور آپ کا شمار شعرائے مستندین میں ہو گیا۔ ایک جلد فارسی دیوان بنام معجز بیان ترتیب دی جو مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۱۲۹۷ھ میں طبع ہوا۔ جس میں ردیف وار ۴۸۸ غزلیں، ایک قصیدہ، چند منقبت اور متفرقات ہیں۔ اس میں دیوان نعت مع ماجرای غم بھی شامل ہے، جس میں ۲۹ نعت ہیں۔ ماجرائے غم میں قطعاتِ تاریخ ۵۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے نسخے اب نایاب و کمیاب ہیں۔

آپ کا فارسی کلام نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ اردو کلام کی طرف آپ کی کوئی توجہ نہیں ہوئی۔

❖ ❖ ❖

صبر و خرد...

(۱)

صبر و خرد بعشق نیامد بکارِ ما
ما ھر چہ داشتیم شد از اختیارِ ما
امسال فصلِ گل نشدہ سازگارِ ما
آمد بہار و حیف نیامد نگارِ ما
ھرگز ز آستانۂ تو بر نخاستہ
اِلاّ بطوفِ خانۂ تو این غبارِ ما
دل شد ز داغِ عشق شگفتہ چمن چمن
ھمچون نسیم صبح گذر در بہارِ ما
تا عکسِ زلف و روی تو دارم بدل نہان
شام و سحر بود فلک از جان نثارِ ما
تا چند قیصر در تہہِ اشعارِ عرضِ حال
دانست دل رُبا کہ ھمین شد شعارِ ما

❖ ❖ ❖

مشکل الفاظ کے معانی

خرد = عقل
اختیار = قدرت، قبضہ، قبول
حیف = افسوس، تلف
نگار = محبوب، تصویر، بُت
نخاستہ = نہیں اٹھا
اِلاّ = مگر (حرف استثنا ہے)
طوف = کسی چیز کے گرد گھومنا، گشت کرنا
شگفتن = کِھلنا
شگفتہ = کِھلا ہوا
کوی = گلی، کوچہ
کشیدن = کھینچنا
کشد = کھینچے
دِل رُبا = دلفریب، جاذب، محبوب

غور کرنے کی باتیں

- غزل کا پہلا شعر یعنی مطلع ہم قافیہ ہوتا ہے اور آخری شعر کو ''مقطع'' کہا جاتا ہے، جس میں اکثر شاعر کا تخلص ہوتا ہے۔ ہم نے جو غزل پڑھی ہے وہ غزل مطلع اور مقطع کے ساتھ ایک ایسی غزل ہے جس میں قافیہ کے بعد ردیف کی بھی پابندی کی گئی ہے۔

- غزل شاعری کی مقبول ترین صنف ہے۔ اس صنف شاعری میں محبوب و محب ہم کلام ہوتے ہیں اور عشق و عاشقی کی باتیں ہوتی ہیں۔
- عام طور پر غزل کے ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے، لیکن غزلیں مسلسل اور ایک خاص موضوع اور عنوان کے تحت بھی لکھی جاتی ہیں۔ غزل کے ہر شعر میں تسلسل و روانی موجود ہوتی ہے۔
- غزل میں محبوب کی باتوں اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ ہوتا ہے، لیکن محبوب سے مراد صرف محبوبِ حقیقی نہ ہو کر محبوبِ مجازی بھی ہوتا ہے۔ اس غزل میں یہ خوبی موجود ہے۔
- شاعر نے اپنی اس غزل میں لوگوں کو سبق دیا ہے کہ اگر دنیا میں تم کسی سے محبت کرتے ہو تو دنیا کی تمام چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اپنے محبوب میں گم ہو جاؤ۔ اگر تم محبوب کی محبت میں فنا ہو جاؤ گے تو کامیابی تمھارا قدم چومے گی۔
- شاعر نے محبوب کی محبت پانے کے لیے عاشق کو عشق کے طریقے بتائے ہیں اور عشق کے اصولوں کی واقفیت دی ہے کہ اپنے محبوب کی محبت میں کس طرح فنا ہونا اور کس طرح محو ہو جانا چاہیے۔
- شاعر نے اس غزل میں عشق مجازی کے علاوہ عشق حقیقی کو بھی بیان کیا ہے۔ اس طرح اس غزل کے مفہوم کو ہم عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

مختصر سوالات

۱- نصرؔ کا تعلق کس خانوادہ سے ہے؟
۲- نصرؔ کی تاریخ وفات کیا ہے؟
۳- نصرؔ کی اس غزل سے ہم کون سا عشق سمجھ سکتے ہیں؟
۴- نصرؔ کی جائے ولادت اور جائے وفات کہاں ہے؟

طویل سوالات

۱- نصر کی غزلیہ شاعری پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

۲- دوسرے اور پانچویں شعر کی تشریح کیجیے۔

۳- درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے :

آید خار نفس ایوان یقین خویش مدام

۴- اس غزل کے کسی دو شعر کی تشریح کیجیے۔

عملی کام

۱- غزل کا مطلع زبانی یاد کیجیے۔

۲- کسی دو شعر کا ترجمہ کیجیے اور اپنے استاد سے دکھلا کر اصلاح لیجیے۔

۳- اس غزل کا کیا مفہوم ہے اپنی زبان میں تحریر کر کے استاد سے اصلاح لیجیے۔

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL

بزلفِ او اگر ...

(۲)

بزلفِ او اگر دل بستہ باشی
ز بند دو جہان وارستہ باشی
بصید تو در آید یک جہانی
ازان ناوک اگر دلِ خستہ باشی
ز خارِ نفسِ تو نبود خلش گر
در ایوانِ جہان گلدستہ باشی
اگر باشی بہِ صاحب دلی باش
رطب گردی اگرچہ خستہ باشی
چو بشکستی دل از دنیا و عقبیٰ
یقین میدان بحق پیوستہ باشی
تو مایان را بدام خویش کردی
ز دام ما ھمہ برجستہ باشی
ھمہ در خانہ ات آیند بیباک
بروی قصر خود در بستہ باشی

❖ ❖ ❖

مشکل الفاظ کے معانی

بستن	=	مسدود کرنا، مقید کرنا، قید کرنا، باندھنا
بستہ	=	مقید، بندھا ہوا
بند	=	قید، زنجیر
وارستہ	=	رستہ، آزاد
صید	=	شکار
ناوک	=	تیر
خستہ	=	بدحال، فرسودہ، تھکا ہوا
خلش	=	چبھن، کھٹک
گلدستہ	=	پھولوں کا گچھا
رطب	=	تر
صاحب دل	=	دل والا، عارف
پیوستہ	=	متصل، ہمیشہ
برجستہ	=	بروقت، بے ساختہ، باہر نکلا ہوا، آزاد
بیباک	=	بے خوف، شوخ، بے ادب

غور کرنے کی باتیں

- یہ غزل بھی جناب نصر کے دیوان سے ماخوذ ہے۔
- اس غزل میں بھی شاعر نے غزل کی زبان استعمال کی ہے، مثلاً زلف، دل، ناوک، خار قفس وغیرہ،

جس کی وجہ سے غزل میں غزلیت مکمل طور پر پائی جاتی ہے۔

- ❖ پہلے شعر میں شاعر نے ''او'' کو محبوب کے لیے استعمال کیا ہے۔ اگر اس سے دل کو وابستہ کر دیا جائے تو دونوں جہاں کی فکر سے نجات مل سکتی ہے۔ عشق میں کامیابی کا یہی راز ہے۔ اور ہر میدان زندگی میں اسی کے ذریعہ کامیابی مل سکتی ہے۔
- ❖ اس غزل کا چوتھا شعر بھی توجہ طلب ہے۔ اگر کسی صاحب دل کی صحبت حاصل ہو جائے تو ہماری زندگی میں دشواریوں اور پریشانیوں کے باوجود بہار آسکتی ہے۔

مختصر سوالات

۱- نصرؔ کا نام کیا ہے؟
۲- نصرؔ کا سالِ ولادت کیا ہے؟
۳- نصرؔ نے کب وفات پائی؟
۴- اس غزل میں نصرؔ نے کس انداز کو بیان کیا ہے؟
۵- ''آستانہ تو'' سے کیا مراد ہے؟
۶- غزل میں شاعر نے محبوب سے کس چیز کی تمنا کی ہے؟
۷- نصرؔ اس غزل میں کہاں مرنے کی تمنا کرتے ہیں؟
۸- اس غزل سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے؟

طویل سوالات

۱- نصرؔ کے حالاتِ زندگی اور شاعری پر چند جملے لکھیے۔
۲- غزل میں شاعر کن باتوں کا ذکر کرتا ہے۔
۳- غزل پر مختصر نوٹ لکھیے۔

۴- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے :

نہان　　شام وسحر　　اختیار　　بسر　　مسکین

عملی کام

۱- مندرجہ ذیل صیغوں کے مصادر بتائیے :

دارم　　کند　　داشتیم

۲- درج ذیل مصادر سے ماضی بعید کی گردان لکھیے :

داشتن　　کردن　　گرفتن

۳- مطلع، مقطع، قافیہ اور ردیف کی تعریف اپنے استاد سے معلوم کیجیے۔

❖ ❖ ❖

نظم

نظم فارسی شاعری کی ایک صنف ہے۔ لفظ نظم مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ نثر کے مقابلے میں بھی نظم کا استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں شاعری کے تمام اصناف کو شامل کر لیتے ہیں۔ غزل کے مقابلے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں نظم کسی عنوان پر مسلسل خیالات کے اظہار کا نام ہے۔ اس میں ہر شعر دوسرے شعر سے مربوط ہوتا ہے۔ لیکن غزل کا ہر شعر معنوی اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔ اس میں عام طور پر ہر شعر ایک دوسرے سے مربوط نہیں ہوتا وہ مکمل اِکائی ہوتا ہے۔ نظم ایک صنف کے طور پر اشعار کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں ایک مرکزی خیال ہوتا ہے اور ارتقائے خیال کے ساتھ تسلسل پایا جاتا ہے۔

بہار، پروین اعتصامی، ادیب وغیرہ شعرا جدید نظم نگار ہیں۔

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL
PATNA

ملک الشعرا بہار مشہدی

فارسی کے نظم نگار شعرا کے درمیان میرزا محمد تقی کا ایک خاص مقام ہے۔ انھوں نے فارسی نظم کو ایک نئی سمت عطا کی ہے۔ ملک الشعرا بہار مشہدی کا نام میرزا محمد تقی ہے۔ ان کا تخلص بہار ہے۔ میرزا محمد تقی ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۰۴ھ ق کو شہر مشہد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد کاظم صبوری تھا۔ میرزا محمد تقی کے والد کو بادشاہ کی جانب سے ملک الشعرا کا خطاب حاصل تھا۔ میرزا محمد تقی نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور آٹھ سال کی عمر سے ہی شاعری شروع کر دی تھی۔ ان کے والد کا انتقال ۱۳۲۲ھ میں ہوا۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد سلطان ناصر الدین شاہ نے ملک الشعرا کا خطاب میرزا محمد تقی کو عطا فرما دیا۔ یہ ناصر الدین شاہ کے زمانہ میں فارسی کے عظیم شاعروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئے۔ غزل، قصیدہ، مثنوی کل ملا کر بہار کے اشعار کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ ہے۔

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL

حسن نیت

نگر جز خوب صد در صد نہ بینی
کہ گر بد بین شوی جز بد نہ بینی
چو نیکو بنگری در ملک ہستی
بغیر از جلوۂ ایزد نہ بینی
ز نا بخرد جہان را روز تیرہ است
نگر تا روی نا بخرد نہ بینی
دد و دیوند خود بینان مغرور
ہمان بہتر کہ دیو و دد نہ بینی
حقائق را ز چشم دیگران بین
کہ گر خود بین شوی جز خود نہ بینی
مسلم شد مرا کز حسن نیت
بغیر از حسن پیش آمد نہ بینی

(ملک الشعرا بہار مشہدی)

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL
PATNA

مشکل الفاظ کے معانی

نگر = تو دیکھ، نگریستن سے فعل امر ہے
صد در صد = سو فی صد
جز = علاوہ
بد بین = بُرا دیکھنے والا۔ اسم فاعل سماعی ہے
نابخرد = بے وقوف، کم عقل
ہستی = وجود
جلوہ = نور، روشنی
ایزد = خدا
خرد = عقل
دیو = شیطان
دد = شیطان، درندہ
حقائق = حقیقتیں، حقیقت کی جمع
مسلّم = تسلیم شدہ، مانا ہوا

غور کرنے کی باتیں

- کسی بھی نظم کے تین اجزا ہوتے ہیں۔ ابتدا، ارتقا، اختتام، اس نظم میں یہ تینوں اجزا موجود ہیں۔ اس لیے یہ مکمل نظم ہے۔
- حسن نیت اس نظم کا عنوان ہے۔ اس مرکزی خیال کو بہاؔر نے بہت ہی خوبصورتی سے پوری نظم